© rasailojaraid.com

اسلام میں اختلاف و تنقید

اختلاف اور خلاف

رائے کا تفاوت (بسبب آزادی رائے' اس لیے کہ امت کا مزاج جمہوری اور شورائی ہے۔ تاکہ باہم مل کر معاملات طے کیے جائیں یہ) اجماع کے بارے میں بولا جاتا ہے اور اس سے مراد علمائے شرع و اصول کی آراء کا وہ اختلاف ہے جو فقہی احکام و کلیات کی عملی تفصیلات میں ہو اور اس کی زد مہمات اصول پر نہ پڑے۔ خصوصاً" اول الذکر (یعنی فقہی معاملات) میں اس اختلاف سے مراد مذاہب اربعہ کا باہمی اختلاف ہے۔ (۱)

عربی الفاظ ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے اس کے کسی قول یا فعل میں الگ راہ اختیار کرے۔ عام طور پر کسی بات میں لوگوں کے اختلاف کا نتیجہ چونکہ جھگڑے اور تنازعہ کی صورت میں نکلتا ہے اس لیے مجازی طور پر "اختلاف" کا لفظ تنازع اور جھگڑے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ (۲)

ارشاد ربانی ہے۔

فاختلف الاحزاب من بينهم۔ (۳)

"پھر مختلف گروہ باہم اختلاف کرنے لگے"

ولا يزالون مختلفين۔ (۴)

"اب وہ مختلف طریقوں پر ہی چلتے رہیں گے"

انكم لفى قول مختلف(۵)

"تمہاری بات (کفار) ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

اسی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ "خلاف اور اختلاف" سے مراد کسی بات رائے حالت و ہیئت یا کسی موقف میں مطلق مغایرت (یا دوری) ہے۔

فقہاء کے ہاں جو "علم خلاف" کی اصطلاح مشہور ہے اس سے ایسا علم مراد ہے جس کے ذریعے کسی امام کی استنباط کردہ فقہی جزئیات کا تحفظ کیا جاتا ہے اور کسی مخصوص دلیل کے بغیر اس کی مخالف آراء کو رد کردیا جاتا۔ اگر ان جزئیات کی پشت پر کوئی دلیل پیش کی جاتی تو ایسا شخص مجتہد یا اصولی کہلاتا ہے جبکہ خلافی علم الخلاف کے ماہر کے لئے یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اسے فقہ کے دلائل سے سروکار نہیں۔ بلکہ کسی مسئلے کے حکم کے بارے میں صرف امام کی رائے کو کافی سمجھتا ہے۔ جسے اس نے اپنی رائے سے تلاش کیا ہے۔

اقسام اختلاف

مختلف عوامل کے لحاظ سے اختلاف کی مختلف قسمیں ہیں۔ مثلاً"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذموم اور مستحسن اختلاف

مشیت ایزدی کا تقاضا تھا کہ لوگوں کو عقل و فہم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف پیدا کیا جائے۔ ان کی زبانیں رنگ، سوچ اور فکر کے انداز بھی مختلف ہوں۔ ان کا نتیجہ اختلاف رائے کی صورت میں برآمد ہونا قدرتی امر تھا۔ جیسا کہ ہماری زبانوں، رنگوں اور اشکال میں تنوع پایا جاتا ہے اور یہ اختلاف قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

اس طرح ہماری عقلوں، نقطہ ہائے نظر اور انسے جنم لینے والی آراء کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور اسکی قدرت کاملہ پر ایک دلیل ہے۔ بلاشبہ اس کائنات کی تعمیرو ترقی اور اس میں زندگی کا قیام اس صورت میں ممکن نہ تھا۔ اگر تمام انسان ہر چیز میں یکساں پیدا کیے جاتے لیکن اب ہر ایک اپنے اس کام میں مصروف ہے جس کیلئے اسے تخلیق کیا گیا ہے۔(٦)

ارشاد ربانی ہے

ولو شاء ربک لجعل الناس امتہ و احدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک و لذلک خلقھم(٧)

"اگر تیرا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا۔ مگر اب وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے۔ مگر وہ لوگ جن پر تیرے رب کی رحمت ہوگی۔ اور اسی لئے تو اس سے ان کو پیدا کیا ہے"

اسلاف امت کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے۔ (جو آج بھی موجود ہے) وہ اس قدرتی مظہر کا ایک حصہ ہے۔ اگر اختلاف اپنی مقررہ حدود سے تجاوز نہ کر جائے اور اپنے آداب و قواعد کا پابند رہے تو یہ ایک مثبت چیز ہے جس کے بے شمار فوائد ہیں۔

خواہش نفس کی بنیاد پر اختلاف

کبھی اختلاف کی بنیاد ذاتی مفاد یا غرض کی تکمیل کے لیے پیدا شدہ نفسانی خواہش ہوتی ہے۔ ایسے اختلاف کی تمام شکلیں بری ہیں۔ اس لیے کہ اس میں خواہش نفس کا حصہ تلاش حق کے جذبے پر غالب رہتا ہے جبکہ خواہش نفس کبھی بھلائی اور خیر کا سبب نہیں بنتی۔ اس لیے کہ یہ کفر کی طرف لے جانے والی شیطانی سواری ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

ولا تتبعوا الھوی ان تعدلو(٨)

"اپنی خواہش نفس کی پیروی میں نہ کرو۔ کہیں تم عدل نہ چھوڑ دو"

ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ(٩)

"اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ تعالیٰ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راہ سے بھٹکا دے گی"

خواہش نفس بیشتر غلطیوں اور متعدد انحرافات کو وجود میں لاتی ہے۔ جو اس کے جال میں پھنس جاتا ہے وہ اس کے لیے باطل سے قریب اور حق سے دور کر دینے والی ہر چیز کو خوشنما بنا کر پیش کرتی۔ یہاں تک کہ حق اس کے سامنے باطل اور باطل حق کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ (۱۰)

حق کی بنیاد پر اختلاف

کبھی اختلاف ایسا ہوتا ہے کہ جس میں خواہش نفس کا کوئی دخل نہیں ایسے اختلاف کی بنیاد حق پر ہوتی ہے۔ علم و عقل اس کے متقاضی ہوتے ہیں اور ایمان اسے فرض قرار دیتا ہے جیسے اہل ایمان کا کفر، شرک اور نفاق والوں سے اختلاف ایسا فرض ہے۔ جس سے کوئی مسلمان انحراف نہیں کر سکتا۔ ورنہ یہی اسے ختم کرنے کی دعوت دے سکتا ہے اس لئے کہ اس کی بنیاد ایمان اور حق پر ہے۔ اسی طرح مسلمان کا کافرانہ اور لادینی عقائد رکھنے والوں کے ساتھ (جیسے یہودیت، عیسائیت، بت پرستی اور سوشلزم کے ساتھ) اختلاف بھی ایسا ہی ہے۔ البتہ ان اقوام اور عقائد کے ساتھ اختلاف اس بات میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے کہ اس کے اسباب کو ختم کرنے کی (بذریعہ دعوت) کوشش کی جائے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جائیں۔ اور اس اختلاف کے اسباب مثلاً" کفر، شرک، ہٹ دھرمی، منافقت، برے اخلاق، الحاد و لادینیت، بدعات اور ایسے منکرات کی ترویج و اشاعت کی کوششوں کو چھوڑنا چاہیے۔ (۱۱)

فکری و نظری اختلاف

ایک قسم کا اختلاف علمی و نظری تھا۔ جو متاخرین کے مابین بعض اعتقادی و فروعی مسائل میں پیدا ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ فقہی و اعتقادی نوعیت کا اختلاف فکر و نظر کی حدود تک محدود رہا۔ جو علماء ان مباحث میں حصہ لیتے تھے۔ ان کے یہاں کبھی ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوا جب تلوار استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔ انکی عملی زندگی اس بات کے حق میں نہ تھی کہ اختلاف کو نظری و فکری حدود سے نکال کر میدان حرب و پیکار تک پہنچائیں۔ نظری اختلاف میں حدت و شدت بھی نہیں تھی، جو اسے عملی اختلاف میں بدل دیتی۔ حدت و شدت کا مظہر زیادہ سے زیادہ یہ امر تھا کہ وہ دوسرے کو خطا کار یا بدعتی کہنے پر اکتفا کرتے۔ فریقین ایک دوسرے کے حق میں کہا کرتے تھے۔

"ہماری رائے درست ہے۔ مگر اسمیں خطا کا احتمال موجود ہے۔ فریق مخالف کا نقطہ نظر غلط ہے۔ مگر صحت کے احتمال سے خالی نہیں"۔

فکری و نظری اختلاف میں عملی اختلاف کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ (۱۲)

عہد صحابہ میں اختلاف

صحابہ کرامؓ کے درمیان بہت سے معاملات میں اختلاف رونما ہوتا تھا۔ جس کا فیصلہ حضورؐ اپنی زندگی میں فرما دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب آپؐ کے دور میں اس طرح اختلاف ہو سکتا تھا تو بعد میں کیسے نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکتا تھا۔ اختلاف پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اور وہ بجا طور پر کئی اسباب کی بناء پر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے۔ لیکن اس کے آداب و اصول کا بھی وہ پوری طرح لحاظ رکھتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد ان کے درمیان واقع ہونے والے کچھ اہم اختلافی مسائل یہ ہیں۔

حضور اکرمؐ کے انتقال پر اختلاف

آپؐ کے انتقال کے بعد سب سے پہلا اختلاف آپؐ کی وفات کی حقیقت کے سلسلے میں پیش آیا۔ سیدنا عمر فاروقؓ اس بات پر مصر تھے کہ رسول کریمؐ کی وفات نہیں ہوئی۔ اور یہ محض منافقین کی طرف سے پھیلائی ہوئی افواہ ہے۔ حتی کہ آپؓ نے انہیں اس پر دھمکیاں بھی دیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیأ وسیجزی الله الشاکرین ○

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں۔ تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ جلد ہی اس کی جزا دے گا۔

اس کے بعد انھوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

انک میت و انهم میتون

"(اے نبیؐ) آپ کو بھی موت آئے گی اور انہیں بھی مرنا ہے"

یہ آیت کریمہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اور ساتھ ہی خود بھی زمین پر گر پڑے اور انہیں آپؐ کے وصال اور وحی کے انقطاع کا یقین ہوگیا اور حضرت ابوبکرؓ کی تلاوت کردہ آیات کے متعلق وہ خود کہا کرتے تھے۔ بخدا گویا کہ میں نے انہیں پہلے کبھی پڑھا ہی نہیں تھا۔ بعد میں اپنی خلافت کے دوران میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے ایک سوال کے جواب میں اپنے اس موقف کی توجیہہ کی کہ یہ غلط فہمی اس آیت کریمہ کی وجہ سے ہوئی۔

وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدا"

"اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو امت وسط بنایا ہے۔ تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ جب بھی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتا اس سے یہی سمجھتا کہ حضور کریمؐ اپنی امت کے درمیان میں ہمیشہ موجود رہیں گے تاکہ آخری زمانے تک اس کے اعمال پر شہادت دے سکیں۔ اسی بناء پر میں نے یہ بات کہی۔

گویا کہ آپ نے ان آیات کے مفہوم کو سمجھنے میں اجتہاد سے کام لیا اور یہ سمجھا کہ اس سے مراد دنیا میں گواہی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ امت کے آخری دور تک رسول ان کے ساتھ رہیں

تدفین رسولؐ پر اختلاف

صحابہ کرام کے مابین اس بارے میں بھی اختلاف واقع ہوا کہ آپؐ کو کہاں دفن کیا جائے کسی نے کہا کہ آپؐ کو مسجد نبوی میں دفن کیا جائے کسی نے آپؐ کو اصحاب کے ساتھ دفن کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول کریمؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

"ہر نبی کو اس جگہ دفن کیا گیا جہاں اس کی روح قبض ہوئی ہے۔"

چنانچہ جس بستر پر آپؐ کی وفات ہوئی تھی۔ اسے اٹھا کر وہیں زمین کھود کر آپؐ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ (۱۶)

ایک اہم سوال

اسلامی مذاہب کے مصنف رقم طراز ہیں کہ

> ایک سائل یہ دریافت کر سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد لوگوں میں اختلاف کیونکر پیدا ہوا۔ حالانکہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو ایک ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑا تھا۔ جس میں شب و روز کی تفریق نہیں۔ مزید برآں آپؐ ان میں کتاب و سنت کی مشعل فروزاں چھوڑ گئے تھے جسکی موجودگی میں گمراہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دور میں اختلاف کے متعدد اسباب تھے۔ اختلاف بھی ایک قسم کا نہیں بلکہ اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم کا اختلاف وہ ہے۔ جس سے امت کا شیرازہ منتشر نہیں ہوتا' اور نہ خانہ جنگی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

دوسری قسم کا اختلاف وحدت امت کو زائل کر کے گروہ بندی اور تخریب و تفرق کا سبب بنتا ہے ایسا اختلاف سیاسیات اور حکومت و سلطنت کے معاملات میں اجاگر ہوتا ہے۔ (۱۷)

اختلاف کے بارے میں علماء کی رائے

ان باتوں کے باوصف چند علمائے امت نے اختلاف کی تمام اقسام سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

"اختلاف شر ہے"

امام سبکی فرماتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اختلاف نہ ہو"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولکن اختلفوا فمنھم من امن و منھم من کفر(۱۸)

"مگر انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ پھر کوئی ایمان لایا۔ اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی۔"

اسی طرح حضور کریمؐ کا ارشاد ہے۔

"بلاشبہ بنی اسرائیل کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

نظام اسلامی میں نزاعی امور کے فیصلہ کا صحیح طریقہ

ملک افراد ملک کے نام حکومت کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کو نظم و نسق میں شریک کیا جائے۔ اور امور سلطنت میں مشورہ لیا جائے۔ مشورہ لینا یا دینا بجائے خود امور سلطنت میں شرکت کے مترادف ہے۔

در حقیقت اللہ تعالیٰ اقتدار کسی ایک فرد یا چند افراد کو عطا نہیں کرتا بلکہ تمام مسلمانوں کو اجتماعی حیثیت سے سونپتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (۱۹)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا"

اس لیے تمام مسلمانوں کا مشترکہ حق ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اقتدار میں شریک کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے زمانہ کے حالات کے مطابق طریق اختیار کیا جاسکتا ہے۔

عبدالمالک کہتے ہیں کہ

اس معاملہ میں اصولی ہدایت کے دو پہلو ہیں۔ اولاً" یہ کہ جن لوگوں کو مشورہ کیلئے چنا جائے ان کو کن بنیادوں پر چلنا چاہیے۔ اور ثانیاً" ان میں کس قسم کی اہلیت ہو۔

اسلامی ریاست میں مشورے دینے کا اہل کون ہے۔ اس کے لئے قرآن کم از کم جو شرط لگاتا ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کا فہم حاصل ہو۔

ارشاد الٰہی ہے۔

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔(۲۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو"
ذکر سے مراد قرآن ہی ہے۔
جیسا کہ ارشاد ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون (۲۱)

"بے شک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"

وہ لوگ نہ صرف قرآن کو سمجھتے ہیں بلکہ دیگر علوم میں درک رکھنے کی وجہ سے پختہ اور صائب رائے رکھتے ہیں۔ اور معاملہ کے ہر پہلو پر نظر رکھتے ہوئے مشورہ دیتے ہیں۔ انہیں قرآن نے "راسخون فی العلم" کہا ہے ان لوگوں کے سامنے جب کوئی معاملہ پیش کیا جاتا ہے۔ تو وہ تمام امثال و نظائر اور متشابہ سورتوں پر غور کر کے تدبر کرتے ہیں۔ اور ایک بہتر نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔
جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولو ن امنابہ کل من عند ربنا (۲۲)

"حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رائے اور مشورہ دینے کا اہل اولا" وہ ہے جو فہم قرآن کے علاوہ دیگر علوم میں بھی درک رکھتے ہوں اور معاملہ کے ہر پہلو پر غور کرنے کے قابل ہوں۔ اس کے بعد ان لوگوں کی رائے اہم ہے جو قرآن کو سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی اہل علم مجلس مشاورت کے رکن بن سکتے ہیں۔ گو درج ذیل لوگ مجلس مشاورت کے رکن بننے کے اہل نہیں۔

۱۔ غیر مسلم یعنی جو اسلامی نظام پر ایمان نہ رکھتا ہو۔
۲۔ اسلامی قوانین پر کاربند نہ ہو۔
۳۔ جو کم از کم قرآن کا علم و فہم نہ رکھتا ہو۔ (۲۳)

نظام اسلامی میں نزاعی امور کے فیصلہ کے صحیح طریقہ کیلئے مولانا مودودی سوال و جواب کے ذریعے کہتے ہیں۔
قران مجید میں ہے۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر (۲۴)

"اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم کی طرف لوٹا دو۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی نظام میں خدا کے حکم اور رسول کا طریقہ بنیادی قانون اور آخری سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ نزاعی امور میں قرآن و سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے گا۔ اور یہ اسلامی نظام کی وہ لازمی خصوصیت ہے۔ جو اسے کافرانہ نظام زندگی سے ممیز کرتی ہے۔

اب اس ضمن میں یہ الجھن ہے کہ نبیؐ کی حیات میں تو ممکن تھا۔ لیکن اب حضورؐ جبکہ ہمارے درمیان موجود نہیں تو اب کیا معاملہ ہوگا۔

اس الجھن کو رفع کرنے میں قرآن و سنت، دور صحابہ، عقل عام اور دنیا کا معروف طریق کار سب مل جل کر ہماری مدد کرتے ہیں۔ قرآن مجید اس بارے میں تین اصول دیتا ہے۔

۱۔ **فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون(۲۵)**

اھل ذکر سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو کتاب و سنت کو جانتے ہیں۔

۲۔ دوم یہ کہ قرآن مجید میں ہے۔

ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الا مر منھم(۲۶)

"اس سے معلوم ہوا کہ معاشرے کو پیش آنے والے اہم معاملات میں خواہ وہ امن کی حالت سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا جنگ کی حالت سے۔ بخیر اندیش نوعیت کے ہوں۔ یا اندیش ناک نوعیت کے ہوں ان میں صرف وہی لوگ مرجع ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے درمیان اولی الامر ہوں۔

۳۔ سوم یہ کہ

امرھم شوری بینھم(۲۷)

"اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں"

یہ آیت بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا آخری فیصلہ کس طرح ہونا چاہیے۔

ان تین اصولوں کو جمع کر کے دیکھا جائے تو تمام نزاعات میں فردوہ الی اللہ و الرسول کا منشا پورا کرنے کی عملی صورت یہ سامنے آتی ہے کہ لوگوں کو اپنی زندگی میں عموماً" جو مسائل پیش آئیں ان میں وہ اہل الذکر سے رجوع کریں۔ اور باہمی مشاورت سے یہ تحقیق کرنے کی کوشش کریں۔ کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی رو سے کیا چیز زیادہ سے زیادہ قرین حق و صواب ہے (۲۸)

مولانا ریاست علی کہتے ہیں

اگر بہت سے افراد کسی کام کے ذمہ دار ہوں گے۔ تو ان میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے اختلاف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ زیر غور مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ ہو۔ اور اس کے لیے ایک سے زائد نظریں ہوں۔ جب کوئی تازہ واقعہ درپیش آئے تو سب سے پہلے فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں حکم معلوم کر لیا جائے۔ اگر وہاں نہ ملے تو پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجربہ کار آئمہ کرام کے معین کردہ طریقہ کی روشنی میں کیا جائے۔ اگر دیانت و اخلاص کے ساتھ فیصلہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو اختلاف کی نوبت نہیں آئے گی۔ (۲۹)

اہل علم سے مشورہ لینا

عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا ہے۔ پانچ چیزیں ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی قاضی سے رہ گئی تو اس کے اندر خرابی اور عیب پیدا ہو جائے گا۔

پہلی چیز یہ کہ وہ فہم و دانش رکھتا ہو۔ اور معاملہ فہم ہو۔

دوسری یہ کہ وہ نرم مزاج اور بُردبار ہو اور وسیع القلب ہو۔

تیسری یہ کہ عفت پاکدامن و بلند کردار والا ہو۔

چوتھی یہ کہ قوانین کے نفاذ میں مضبوط دل والا ہو۔

اور پانچویں یہ کہ عالم دین ہو۔ اور اہل علم سے پوچھنے والا ہو۔ (۳۰)

الغرض

یہ بات مسلم ہے کہ زمانہ بدلنے کے ساتھ ساتھ اسباب اختلاف بھی بدلتے رہتے ہیں مگر گذشتہ عہد کے کچھ نہ کچھ اسباب نئے عہد کی طرف ضرور منتقل ہوتے ہیں۔ عہد حاضر میں مسلمانوں کے اندر پائے جانے والے اختلاف کا نمایاں اور بنیادی سبب اسلام کے متعلق ان کی ناواقفیت و جہالت یا اس کے بارے میں ناقص علم قرار دیا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اسلامی اخوت و اتحاد کی حفاظت اور اس کو کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے والی چیزوں کو راستے سے ہٹانا مسلمانوں کا سب سے اہم فریضہ ہے۔ اور سب سے بڑی عبادت ہے کیونکہ اس اخوت کے ذریعہ ہی ہم ان ساری مشکلات پر قابو پاسکتے ہیں۔ جو اسلامی نشاۃ ثانیہ کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہیں۔

نبی کریمؐ نے تفرقہ اندازی کو سخت ناپسند فرماتے ہوئے اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور مسلمانوں کی جماعت کے اندر نفاق اور افتراق پیدا کرنے والے کا خون مباح قرار دیا ہے۔ اس لیے محض اختلاف رائے کی وجہ سے اسلامی اخوت کے تقاضوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا یا اسے نقصان پہنچانا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں بالخصوص موجودہ حالات میں جب کہ کفر کی ساری قوتیں ہم سے نبرد آزما ہیں۔ اور ان کی خواہش و کوشش ہے کہ ایمان کی بھڑکتی ہوئی چنگاری کو بجھا دیں۔

مسلمانوں کی صفوں میں اختلاف کو بھڑکانا۔ ہوا دینا۔ ان کے اسباب مہیا کرنا۔ اسلامی اہداف کے ساتھ بہت بڑی خیانت موجودہ اسلامی بیداری کی راہ میں رکاوٹ اور داعیان حق کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے مترادف ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ تمام اسلامی گروہوں اور دعوت اسلامی کا کام سرانجام دینے والے افراد کو متحد کرنے کا کام سرانجام دیں۔ اور ان کے باہمی اختلافات کو ختم کرائیں۔ اگر کہیں اختلاف ناگزیر ہو تو بھی اس کا دائرہ بہت محدود رکھنے کی کوشش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں اور سلف صالحین کے آداب کا ہر طرح خیال رکھیں۔ نیت اگر سچی ہو تو اختلاف رائے کے باوجود اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لیے دل باہم مل سکتے ہیں۔ خدا کی مکمل تائید و نصرت اور توفیق بھی تبھی حاصل ہو سکے گی۔

اول و آخر سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ظاہری و باطنی ہر طرح انسان کو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت و تقویٰ جاگزیں کرنا چاہیے۔ اتفاق ہو یا اختلاف ہو۔ ہر حالت میں ہمیں اسکی خوشنودی اور رضامندی کا طلب گار ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ دینی بصیرت و تفقہ پیدا کرنا نفسانیت سے کنارہ کشی شیطانی وسوسوں سے ہمیشہ دور رہنا ابلیس کی چالوں سے باخبر ہونا اور اسکی چال میں پھنسنے سے اجتناب ضرور ہے۔

مراجع و مصادر

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد دوم۔ ص ۱۷۶ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء

۲۔ عبدالحئ ابڑو ترجمان القرآن مارچ ۱۹۸۷ء

۳۔ القرآن ۱۹: ۳۷ ۴۔ القرآن ۱۱: ۱۱۸ ۵۔ القرآن ۵۱: ۸

۶۔ عبدالحئ ابڑو ترجمان القران ص ۲۸۔ مارچ ۱۹۸۷ء

۷۔ القرآن ۱۱: ۱۱۸، ۱۱۹ ۸۔ القرآن ۴: ۱۳۵ ۹۔ القرآن ۳۸: ۲۶

۱۰۔ عبدالحئ ابڑو ترجمان القرآن ص ۲۹۔ مارچ ۱۹۸۷ء

۱۱۔ عبدالحئ ابڑو ترجمان القرآن ص ۳۲۔ مارچ ۱۹۸۷ء

۱۲۔ شیخ محمد ابوزھرہ مترجم غلام احمد حریری: اسلامی مذاہب ص ۳۲ استقلال پریس ۱۹۶۷ء

۱۳۔ القرآن ۳: ۱۴۴ ۱۴۔ القرآن ۳۹: ۳۰ ۱۵۔ القرآن ۲: ۱۴۳

۱۶۔ عبدالحئ ابڑو ترجمان القرآن جون ۱۹۸۷ء

۱۷۔ شیخ محمد ابوزھرہ مترجم غلام احمد حریری: اسلامی مذاہب ص ۲۵ استقلال پریس لاہور

۱۸۔ القرآن ۲: ۲۵۳ ۱۹۔ القرآن ۲۴: ۵۵ ۲۰۔ القرآن ۱۶: ۴۳ ۲۱۔ القرآن ۱۵: ۹ ۲۲۔ القرآن ۳: ۷

۲۳۔ عبدالمالک: اسلامی ریاست ص ۱۱۴ قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور ۱۹۷۶ء

۲۴۔ القرآن ۴: ۵۹

۲۵۔ القرآن ۱۶: ۴۳

۲۶۔ القرآن ۴: ۸۳

۲۷۔ القرآن ۴۲: ۳۸

۲۸۔ مولانا مودودی: اسلامی ریاست ص ۶۳۔ ۶۵ اسلامک پبلی کیشنز۔ لاہور ۱۹۲۲ء

۲۹۔ مولانا ریاست علی بجنوری: شوریٰ کی شرعی حیثیت گنج شکر پریس لاہور ۱۹۸۸ء

۳۰۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۰۶۱

© rasailojaraid.com